© rasailojaraid.com

آخری فیصلہ اسلامی دنیا کے ہاتھ میں ہے ۔"

شوکت علی بڑے بھائی تھے اس لئے محمد علی ان کو اپنے والد کی طرح محترم سمجھتے تھے۔ علمیت میں چھوٹے بھائی کو سبقت حاصل تھی لیکن عملی زندگی میں بڑے بھائی کو برتری ملی۔ محمد علی ذہین تھے تو شوکت علی تنظیمی صلاحیت کے مالک۔ محمد علی شعلہ مقال خطیب تھے تو شوکت علی کم گو مگر متین۔

مولانا شوکت علی نے ۱۹۱۹ء سے کھدر پوشی کا آغاز کیا تھا اور آخری دم تک کھدر استعمال کرتے رہے۔ اُن کی ٹوپی پر "خدام کعبہ" کا بلّہ ضرور ہوتا تھا جو کہ وہ ۱۹۱۳ء سے تنظیم "انجمن خدام کعبہ" کی علامت کے طور پر لگاتے آرہے تھے۔

محمد علی کی طرح وہ بھی ایک بے باک اور حق گو صحافی کی حیثیت سے میدانِ صحافت میں معتبر مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے "خلافت" کے نام سے اخبار نکالا اور علیم الغزمی کے باوجود اس کے بعض اداریئے انھوں نے ہی تحریر کئے۔

مولانا شوکت علی سربرآوردہ شخصیتوں سے مرعوب ہونا نہیں جانتے تھے۔ ہمیشہ ایسے لوگوں سے آنکھ سے آنکھ ملا کر بات کرتے تھے۔ نواب رام پور اور اکبر حیدری سے تصادم ہوا تو انھوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ان کے نقائص کو ہدفِ ملامت بنایا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی وائس چانسلری کے لئے جس وقت ڈاکٹر ضیاء الدین احمد اور نواب محمد اسمٰعیل خاں میں کشمکش چلی تو شوکت علی نے نواب اسمٰعیل خاں کی حمایت کی اور کہا کہ یہ سرمایہ دار لوگ یونی ورسٹی کے مسائل میں اس لئے مداخلت کر رہے ہیں کہ وہ یونی ورسٹی کو بڑے بڑے عطیے دیتے ہیں۔ وہ مہاراجہ الور اور مہاراجہ پٹیالہ کے دوستوں میں تھے لیکن ہندو مسلم فسادات کے دوران ان مہاراجوں کی مخالفت کرنے سے گریز نہیں کیا۔

شوکت علی نہرو رپورٹ کے زبردست مخالف تھے۔ انھوں نے اس رپورٹ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متن کو برسرِ عام چاک کر دیا۔ ان کا خیال تھا کہ اس رپورٹ میں مسلمانوں کے ساتھ انصاف نہیں برتا گیا ہے۔ وہ پورے ملک میں رپورٹ کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے گھومتے رہے اور ان کے سامنے اپنا موقف پیش کیا۔

وہ ذیابیطس کے مریض تھے لیکن بلا تکان کام کرنے کے عادی تھے۔ وہ جدوجہد میں یقین رکھتے تھے۔ اپنے ایک خط میں ایڈیٹر خلافت کو لکھا کہ "کام کرو، کام کرو۔"

وطن کی غلامی سے مولانا اس درجہ کبیدہ خاطر تھے کہ جب افغانستان کے حکمراں امیر امان اللہ خاں بمبئی آئے تو مولانا نے ان کے اعزاز میں استقبالیہ دیا اور سپاسنامہ میں یہ لکھا:۔

"ہم مسلمانانِ ہند غلام ہیں۔ ہم سوائے معبودِ حقیقی کے کسی دوسرے پر بھروسہ نہیں کرتے"

امیرِ افغانستان مولانا شوکت علی کے جذبات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انھوں نے اپنے جواب میں کہا:۔

"اللہ کی اماں میں رہ کر مایوس ہونا حرام ہے"

مولانا شوکت علی جذباتی انسان تھے لیکن وہ اپنے بدخواہوں کے ساتھ بھی درگذر سے کام لیتے تھے۔ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی ایک زمانہ میں روزنامہ اپنے اخبار "ہند" کلکتہ میں مولانا شوکت علی کے خلاف کچھ نہ کچھ لکھا کرتے تھے۔ ایک بار شوکت علی کلکتہ گئے تو مولانا ملیح آبادی سے بھی ملنے گئے۔ مولانا شوکت علی نے اُن سے کہا "آپ مجھے جی بھر کے گالی سنا سکتے ہیں لیکن آپ اپنے اخبار کے قیمتی کالموں کو کیوں تباہ کرتے ہیں؟ جب بھی کلکتہ آتا ہوں تو آپ مجھے بیشمار گالیاں دے سکتے ہیں" مولانا رزاق ملیح آبادی اس بات پر شرمندہ ہوگئے اور دوسرے شمارے میں شوکت علی کی تعریف میں مضمون لکھا۔

شوکت علی کا انتقال ۱۹۳۸ء میں ہوا، اور اُن کا مزار دہلی میں جامع مسجد کے قریب واقع ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تاریخِ جہانگیر

(عبدالرؤف خاں ایم اے تاریخ)

ڈاکٹر بینی پرشاد صاحب نے جہانگیر پر ۱۹۲۲ء میں ایک بلند پایہ علمی، تحقیقی اور منصفانہ مقالہ سپردِ قلم کیا تھا جو ''ہسٹری آف جہانگیر'' کے نام سے آج تک ہمارے ملک کی اکثر و بیشتر یونیورسٹیوں میں ایم، اے تاریخ کے نصاب میں داخل ہے۔ اس مقالہ کی اہمیت کے پیشِ نظر، ترقیِ اُردو بورڈ، وزارتِ تعلیم و سماجی بہبود، حکومتِ ہند نے اسے جناب رحم علی الہاشمی صاحب سے اُردو میں ترجمہ کروایا اور ۱۹۷۹ء میں اِسے ''تاریخِ جہانگیر'' کے نام سے شائع کیا۔

راقم الحروف نے گذشتہ فروری میں اِس کی ایک کاپی بذریعہ وی پی حاصل کی مطالعہ کرتے وقت ترجمہ سے مجھے جو مایوسی ہوئی، اس کا اندازہ قارئینِ کرام تبصرہ پڑھنے کے بعد ہی لگا سکتے ہیں۔ میں جناب رحم علی الہاشمی صاحب کی علمی شخصیت سے واقف نہیں ہوں تاہم ترجمہ میں جابجا بہ اعتبار زبان و بیان ایسے الفاظ، انداز اور پرداز آگئے کہ عام قاری موصوف کی شخصیت سے متاثر نہیں ہو سکتا ترجمہ میں تاریخی حقائق اور سنین وغیرہ کی اتنی اغلاط سامنے آئیں کہ انہیں دیکھ کر ذوق تاریخ کی پیشانی پر سلوٹیں سی پڑنے لگتی ہیں۔

تاریخِ جہانگیر کے صفحہ ۷ پر مآثر جہانگیری کو دو جگہ تاثر جہانگیری لکھا ہے۔ اسی صفحہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر "شیر افگن کے موت کی ذمہ داری"... کی بجائے "شیر افگن کی موت کی ذمہ داری..." ہونا چاہیے۔ صفحہ ۸ پر مورخ گبن کو "گیبن" یائے تحتانی کے ساتھ لکھا ہے۔ اسی صفحہ پر "سینٹ زیویر لائبریری کلکتہ" کی بجائے "سینٹ زیویرس کالج کلکتہ" ہونا چاہیے۔ صفحہ ۸ پر ہی "جین سدھانت بھون آرہ" کے بعد "انڈیا آفس لندن اور لائبریری رامپور" کے بعد ایم، اے کتابت سے رہ گیا ہے۔ اسی صفحہ پر اصل مقالہ کے دوسرے ایڈیشن کے "پیش لفظ کے خلاصہ کا" اور تیسرے ایڈیشن کے نوٹ کا جو صرف ایک جملہ کا تھا، ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ غالباً فاضل مترجم نے پہلے ایڈیشن کو سامنے رکھ کر ترجمہ کیا ہے۔ میرے پاس ڈاکٹر بینی پرشاد صاحب کے مقالہ کا تیسرا ایڈیشن ہے جو ۱۹۴۰ء میں شائع ہوا ہے۔ دقت ضرورت میں اپنے تبصرہ میں اسی ایڈیشن سے حوالے پیش کروں گا۔

مترجم کتاب کے صفحہ ۹ پر "تاریخوں کی تشریح" کے زیر عنوان اسلامی مہینوں کے آگے قوسین میں مہینوں کے دنوں کی تعداد نہیں دی گئی جبکہ اصل انگریزی نسخہ میں موجود ہیں۔ اس نقص کو دیکھ کر بعض دیگر مقامات پر ترجمہ کا اصل نسخہ سے معارضہ ومقابلہ کیا تو معلوم ہوا کہ جا بجا کئی جملوں کا ترجمہ کرنے کی زحمت نہیں فرمائی (بہت ممکن ہے ایسا سہواً ہوا ہو۔ مگر ہم اسے بے اعتنائی سے تعبیر کرتے ہیں)۔ مثال کے طور پر اسی صفحہ کے ایک ڈھائی سطر کے پیرگراف کا ترجمہ دینا ضروری نہیں سمجھا ہے جو تاریخوں کی تشریح کے لئے نہایت اہمیت کا حامل تھا۔ پہلے باب کے صفحہ ۱۱ پر بیرم خان کے سلسلے میں جو سن (۱۵۵۳ء تا ۱۵۶۰ء) دیے ہیں وہ (۱۵۵۵ء تا ۱۵۶۰ء) ہونے چاہئیں۔ اسی صفحہ پر ہمایوں کے بارے میں دو جگہ سنین کا غلط اندراج کیا گیا ہے یعنی (۱۵۴۲ء تا ۱۵۵۳ء) کی بجائے (۱۵۳۰ء تا ۱۵۴۲ء) اور (۱۵۵۳ء تا ۱۵۵۶ء) کی بجائے (۱۵۵۵-۵۶ء) ہونا چاہیے۔ فاضل مترجم کے ذریعہ دی گئی مدت نہ اصلی نسخہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سن و سال سے مطابقت رکھتی ہے اور نہ تاریخی حقیقت سے۔ اسی صفحہ کے حاشیہ
میں ۱۵ اگست، کی بجائے، ۲۹ اگست اور پرایس (ملی) کی بجائے پرایس (ملک
۸۲۸ھ' کی بجائے' ۹۷۸ھ ہونا چاہیے۔ اِن تمام اغلاط کو ہم تصحیف کاتب
نہیں کہہ سکتے۔ صلا پر اکبر کی اولاد کی پیدائش اور موتیں ۱۵۶۳ء...' کی بجائے
... (۱۵۶۲) ہونا چاہیے۔ اسی صفحہ کے صلا پر بھارامل' کو 'بھارامل' لکھا ہے جبکہ
انگریزی نسخہ میں بھی 'Bhara Mal' ہے نہ کہ 'Bhar Mal'
صلا پر حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض کا املا 'فضیل ابن ایاز' تحریر فرمایا ہے جس پر جتنا
تعجب کیا جائے کم ہے صلا پر 'Sufism' کا ترجمہ 'صوفیت' کیا ہے جو غیر فصیح
ہے صوفی ازم کا مترادف 'تصوف' ہے جو عام فہم اور فصیح ہے۔ اسی صفحہ پر حضرت شیخ سلیم چشتیؒ
کے بارے میں ایک جملہ یوں رقم فرمایا ہے "یہاں وہ سچے ولی اللہ کی طرح زہد و تقویٰ میں بسر
کرتے تھے"، فقرہ پڑھتے ہی قاری محسوس کرے گا کہ اس میں لفظ 'زندگی' ترجمہ سے رہ گیا
ہے۔ اصل انگریزی نسخہ سے مقابلہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ حسبِ ذیل انگریزی فقرہ کا ترجمہ ہے۔
'Here he lived the auster life of a true mediaeval saint'
یعنی صرف 'زندگی' ہی نہیں بلکہ 'Mediaeval' کا ترجمہ بھی نہیں کیا گیا۔
فاضل مترجم نے صلا پر ہی حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے سلسلہ میں ہی ایک جملہ یوں تحریر کیا
ہے "عوام میں ان کے بہت سے معجزے مشہور ہو گئے تھے"۔ فاضل موصوف کو یہ علم نہیں
کہ 'معجزہ' کی اصطلاح صرف انبیاء کرامؑ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اولیاء اللہ سے صادر
ہونے والی محیر العقول باتوں کو کرامات کی اصطلاح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی صفحہ پر 'میں'
کی بجائے 'میں' ہونا چاہیے۔
صلا کے حاشیہ ۹ پر 'شجان رائے' کا املا 'سبحان رائے' کر دیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنا بر تصحیف کاتب معلوم ہوتی ہے۔ اسی صفحہ پر 'اسرار' کا املا بغیر ہمزہ تحریر کیا ہے دیگر صفحات پر بھی 'اسرار' کا یہی انجام ہوا ہے۔ صـ۱ پر ایک فقرہ اس طرح تحریر کیا ہے "دی مستقبل کا بد انجام قطب الدین" جو The Future Ill Fated

Qutbuddin ' کا ترجمہ ہے۔ فاضل مترجم نے اردو میں 'دی' کا استعمال بطور اختراع کیا ہے۔ جو بے مثل ہے۔ صـ۱ پر ۲۱ نومبر ۱۵۶۹ء سے قبل 'on sunday' کا ترجمہ فاضل مترجم کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اسی صفحہ پر 'بی بی دولت شاد' کو 'بی بی دولت شان' لکھا ہے جسے ہم کاتب کے فن تصحیف سے منسوب نہیں کر سکتے 'بلوخ مین' کو حاشیوں میں جابجا 'بلوک مین' لکھا ہے۔ شکر ہے کہ اسے 'بلیک مین' اور 'بلیک میل' نہیں کیا۔ صـ۳ پر ایک جگہ حاشیہ میں 'آنند خان' کو 'آنتدن خان' تحریر فرمایا ہے۔ صـ۳۵ کے آخر میں نور جہاں کی شادی کا سن ۱۶۱۱ء کتابت سے رہ گیا۔ صـ۴۲ پر حاشیہ ۱۸ میں 'ثمن باغ' کی بجائے 'ثمن تاغ' ہونا چاہیے۔ ثمن باغ جیسی تاریخی اصطلاح ہمارے محدود مطالعہ میں نظر سے نہیں گذری۔ صـ۴۳-۴۴ پر ابوالفضل کے سلسلے میں ایک فقرہ یوں ثبت ہے "... اس کے ذہن میں ہر مذہب کی کوئی نہ کوئی جاگزیں ہو گئی تھی"۔ یہاں جاگزیں سے قبل 'good' (خوبی) کا ترجمہ نہیں دیا۔ بہ این سبب جملہ مہمل ہو گیا۔

صـ۴۹ پر ۱۵۸۱ء کی بجائے ۱۵۸۰ء ہونا چاہیے۔ اسی صفحہ پر شہزادہ مراد کے سلسلہ میں ایک جملہ یوں ملتا ہے جو فصاحت سے عاری ہے "پرشیجی اس کی اعلیٰ قابلیت کی بہت تعریف کرتا ہے اور اس کے خوشگوار مزاج اور محنت کی عادت کی" اس جملہ کی ساخت یوں بھی کی جا سکتی تھی "پرشیجی (Peruschi) اس کی اعلیٰ قابلیت، خوشگوار مزاج اور محنتی عادت کی بہت تعریف کرتا ہے"۔ اسی صفحہ پر 'مانسراٹ' کو 'بانسراٹ' نیز آخری فقرہ یوں لکھا ہے "... ماحول کو مختل کرنے کافی تھی" یہاں 'کرنے' کے بعد حرف ربط 'کے لیے'

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتابت سے رہ گیا۔

صـ۵۳ پر مریم الزمانی کو سلیم کی دادی بتلایا ہے جبکہ یہ شہزادہ کی ماں تھی دادی نہیں فاضل مترجم نے ذرا بھی علم رجال سے کام لیا ہوتا تو اس طرح کے نقائص سے ترجمہ کو محفوظ کیا جاسکتا تھا۔ صـ۵۸ پر حاشیہ بر ۱۷ (ح م۔ نہیں دیا گیا) پر 'دھوکر ساہ' کو 'دھولکرہ' تحریر کیا ہے صـ۵۹ پر 'جبار رغاں' کی بجائے 'جبار خاص خیل' ہونا چاہیے۔ اسی صفحہ پر 'ایک قیدی فیلبان نے ابوالفضل کا نشان دیا' فقرہ میں ابوالفضل کی بجائے صرف 'شیخ' ہونا چاہیے تھا۔ صـ۶۱ پر شہزادہ سلیم کے ضمن میں ایک فقرہ یوں مندرج ہے "..... ناعاقبت اندیش ہم صحبتوں کے کٹھ پتلی بنا ہوا تھا"۔ یہاں 'ناعاقبت اندیش' کی بجائے 'عاقبت نااندیش' ہونا چاہیے تھا جو صحیح تر ہے نیز 'کے' کی بجائے 'کی'۔ اسی صفحہ پر ابوالفضل کا سن وفات ۱۶۰۴ء لکھا ہے جو اگست ۱۶۰۲ء ہونا چاہیے۔ فاضل مترجم صـ۶۲ پر راجہ مان سنگھ کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں "..... اور ٹھیک راجپوتی جذبہ خطرہ اور موت سے بے خوفی کا رکھتا تھا"۔ پورا فقرہ مضحکہ خیز ہے۔ خان اعظم مرزا عزیز کوکہ کو متعدد مقامات پر 'کوکا' لکھا ہے یعنی نثر نگاری میں بھی شاعرانہ تصرف، صـ۶۵ پر مرزا عزیز کوکہ کے بارے میں 'امیر' سے پہلے 'بڑا' ترجمہ ہونے سے رہ گیا ہے۔ صـ۶۸ پر سلطان خسرو کے بارے میں یوں خامہ فرسائی کی ہے "..... جو سیاسی جھگڑے اس کے گرد پیش ہو رہے تھے اُن سے اس میں حصولِ اقتدار کے وہ بخوشی اپنے چچا اور خسر کی جماعت میں شامل ہو گیا"۔ فقرہ کی فصاحت اور ساخت کا قارئین کرام خود ہی اندازہ فرمالیں، ساتھ ہی لفظ 'چچا' پر بھی غور فرمائیں جو راجہ مان سنگھ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ تاریخ کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ مان سنگھ شہزادہ کا چچا نہیں 'ماموں' تھا۔ ہمارے فاضل مترجم بھارت میں رہتے ہوئے 'ماموں' کی اصطلاح سے آشنا نہیں، جبکہ بچہ بچہ ماں کے بھائی کو چچا نہیں ماموں کہتا ہے۔ مگر محققین تو [illegible] کا ترجمہ کرنا تھا۔

© rasailojaraid.com